''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے اس پر لوگوں کی ایک بھیڑ دیکھی جو (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے تھے اور ان سے دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں، اس نے ان سے پوچھا، تمھارا کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے کہا: ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک چرواہے اپنی بکریاں ہٹا نہ لیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں تو اس نے ان دونوں کی خاطر پانی پلایا''۔ (امین احسن اصلاحی)

اس ترجمہ میں جہاں جہاں بکریوں کا ذکر ہے وہاں مویشی یا ریوڑ ہونا چاہیے تھا)۔

قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا۔ (القصص: ۲۵)

''کہا کہ میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ نے ہماری خاطر جو پانی پلایا، اس کا آپ کو صلہ دیں''

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوراً۔ (الانسان: ۲۱)

''اور ان کا رب ان کو پاکیزہ مشروب پلائے گا'' (امین احسن اصلاحی)

وَلاَ تَسْقِي الْحَرْثَ۔ (البقرۃ: ۷۱)

''اور کھیتوں کو سیراب کرنے والی نہ ہو'' (امین احسن اصلاحی)

أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْراً۔ (یوسف: ۴۱)

''تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا'' (امین احسن اصلاحی)

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ۔ (الشعراء: ۷۹)

''اور جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے'' (امین احسن اصلاحی)

وَسُقُوا مَاء حَمِيماً۔ (محمد: ۱۵)

''اور جن کو اس میں گرم پانی پلایا جائے گا'' (امین احسن اصلاحی)

جبکہ مذکورہ ذیل آیتوں میں فعل اسقاء کا استعمال ہوا ہے، اور تمام مقامات وہی ہیں، جہاں کچھ پلانے کی بات نہیں ہے، بلکہ پینے والی چیزوں کو فراہم اور مہیا کرنے کی بات ہے، اس لیے اسقاء کا لفظ دیکھ کر پلانے کا پرتکلف ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ انتظام کرنا اور فراہم کرنا کہنے کی لفظ میں بھی خوب خوب گنجائش ہے، اور وہی موقع ومقام کے لحاظ سے زیادہ موزوں بھی ہے۔

(۱) وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتاً۔ (المرسلات: ۲۷)

''اور رکھے اس میں بوجھ کو پہاڑ اونچے، اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا پیاس بجھاتا'' (شاہ عبدالقادر)

''اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمھیں خوب میٹھا پانی پلایا'' (احمد رضا خان)

''اور گاڑے اس میں پہاڑ اونچے اونچے، اور تمہارے پینے کے لئے خوشگوار پانی فراہم کیا'' (امانت اللہ اصلاحی)

(۲) فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ۔ (الحجر: ۲۲)

''پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں، اور اس پانی سے تمہیں سیراب کرتے ہیں'' (سید مودودی)

''پھر اتارا ہم نے آسمان سے پانی، پھر تم کو وہ پلایا'' (شاہ عبدالقادر)

''پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں'' (اشرف علی تھانوی)

''تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پھر وہ تمہیں پینے کو دیا'' (احمد رضا خان)

''پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں تو تمہارے پینے کے لئے اسے مہیا کرتے ہیں'' (امانت اللہ اصلاحی)

(۳) وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَناً خَالِصاً سَآئِغاً لِلشَّارِبِينَ۔ (النحل: ٦٦)

''اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں بھی بڑا سبق ہے۔ ہم ان کے پیٹوں کے اندر کے گوبر اور خون کے درمیان سے تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں، پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار''۔ (امین احسن اصلاحی، یہاں ایک اور غلطی ہے، وہ یہ کہ گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ پلانے کا ترجمہ کیا ہے، جبکہ دودھ اس چیز سے فراہم کرنے کی بات ہے جو پیٹ کے اندر ہے، اور جس سے کہ گوبر اور خون بھی بنتا ہے، مگر گوبر اور خون کے اثر سے دودھ محفوظ رہتا ہے)

''ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں''۔ (اشرف علی تھانوی، اوپر مذکور غلطی یہاں بھی موجود ہے)

''ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لیے'' (احمد رضا خان، یہاں وہ غلطی نہیں ہے جس کی طرف اوپر کے ترجمے میں اشارہ کیا گیا۔)

''ہم ان کے پیٹوں میں جو ہے اس سے گوبر اور خون کے درمیان سے تمہارے پینے کے لیے خالص دودھ فراہم کرتے ہیں، پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار''۔ (امانت اللہ اصلاحی)

(۴) وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا۔ (المؤمنون: ۲۱)

''اور بیشک تمہارے لیے چوپاؤں میں سمجھنے کا مقام ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں، اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے''۔ (احمد رضا خان)

''اور تمہارے لیے چوپایوں میں بھی بڑا درس آموزی کا سامان ہے، ہم ان چیزوں کے اندر سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، تمہیں (خوش ذائقہ دودھ) پلاتے ہیں''۔ (امین احسن اصلاحی)

''ہم تم کو ان کے جوف میں کی چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں'' (اشرف علی تھانوی)

''ہم ان چیزوں کے اندر سے، جو ان کے پیٹ میں ہیں، تمہیں پینے کے لیے (خوش ذائقہ دودھ) فراہم کرتے ہیں۔'' (امانت اللہ اصلاحی)

(۵) وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوراً۔ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتاً وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَاماً وَأَنَاسِيَّ كَثِيراً۔ (الفرقان: ۴۸، ۴۹)

''اور ہم آسمان سے پاکیزہ پانی اتارتے ہیں کہ اس سے مردہ زمین کو ازسرنو زندہ کردیں، اور اس کو پلائیں اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو'' (امین احسن اصلاحی، طہور کا ترجمہ پاکیزہ کے بجائے پاکیزگی بخشنے والا ہونا چاہئے، نسقیہ کا درست ترجمہ ہوگا: اور اسے پینے کے لیے فراہم کریں)

(۸۶) **اَلْبَلَدِ الْاَمِیْنِ** کا ترجمہ

قرآن مجید میں البلد الامین صرف ایک مقام پر آیا ہے، اور اس کا عام طور سے لوگوں نے ایک ہی ترجمہ کیا ہے، یعنی امن والا شہر۔

وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ۔(التین:۳)

''اور اس شہر امن والے کی'' (شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر)

''اور اس امن والے شہر کی'' (اشرف علی تھانوی)

''اور یہ پرامن سرزمین'' (امین احسن اصلاحی)

''اور اس پرامن شہر (مکہ) کی'' (سید مودودی)

''اور اس امان والے شہر کی'' (احمد رضا خان)

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ امین متعدد مقامات پر آیا ہے، کچھ مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں،

إِنِّیْ لَكُمْ رَسُولٌ أَمِيْنٌ ۔(الشعراء:۱۰۷، بعینہ یہی جملہ قرآن مجید میں چھ مقامات پر آیا ہے)

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِيْنُ۔(الشعراء:۱۹۳)

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ مَقَامٍ أَمِيْنٍ۔(الدخان:۵۱)

تمام ہی جگہوں پر امین امانت دار اور امانت کے پاسدار کے معنی میں آیا ہے، البتہ مذکورہ آخری آیت میں مقام امین کا ترجمہ امان کی جگہ یا حالت کیا گیا ہے، یہاں بھی یہ واضح رہے کہ مقام امین کے معنی اس جگہ کے نہیں ہیں جو خود پر امن یا محفوظ ہو، بلکہ اس جگہ کے ہیں جو دوسروں کی حفاظت کرے یعنی جو وہاں پہونچ جائے وہ محفوظ ہو۔ آمن وہ ہے جو خود محفوظ ہو، اور امین وہ ہے جو دوسروں کی حفاظت کرے۔ دوسری طرف قرآن مجید میں شہر مکہ اور حرم مکہ کے لیے پرامن شہر ہونے کی صفت کئی جگہ بیان کی گئی، اور ہر جگہ اس کے لیے آمن کا لفظ استعمال کیا گیا، کہیں امین کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا، ذیل میں ذکر کی گئی مثالیں ملاحظہ ہوں:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـذَا بَلَداً آمِناً۔(البقرۃ:۱۲۶)

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـذَا الْبَلَدَ آمِناً۔(ابراہیم:۳۵)

أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَماً آمِناً۔(القصص:۵۷)

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَماً آمِناً۔(العنکبوت:۶۷)

ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھیں تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ البلد الامین کا ترجمہ کرتے ہوئے امن کے بجائے امانت کا مفہوم لیا جائے۔ مولانا امانت اللہ اصلاحی ترجمہ کرتے ہیں، ''اور اس شہر کی قسم جس کو امین بنایا گیا، یعنی جس میں امانت رکھی گئی''۔ امانت سے مراد یہ ہے کہ یہاں خانہ کعبہ ہے، اور آخری رسول کی بعثت کا مقام اس کو بنایا گیا ہے، اور اس آخری رسول سے متعلق بہت ساری نشانیاں یہاں موجود اور محفوظ ہیں۔ البلد الامین کا یہ ترجمہ سیاق کلام کے لحاظ سے بھی معنی خیز ہے۔

مولانا سمیع اللہ سعدی

کتاب ''الحجۃ علیٰ اہل المدینۃ'' کے اصولی مباحث

مکاتب فقہیہ میں سے اولین مکتب کا شرف پانے والا مکتب حنفی متنوع خصوصیات وامتیازات کے باوجود اصول فقہ کے میدان میں ایک خلا کا حامل ہے کہ اس عظیم فقہ کے اصول اس کے بانی ائمہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے براہ راست منقول نہیں ہیں۔ اس پر مستزاد یہ، ائمہ ثلاثہ سے فیض یاب ہونے والے اولین فقہائے حنفیہ جیسے امام عیسیٰ بن ابان (المتوفی ۲۲۰ھ)، امام محمد بن سماعہ (المتوفی ۲۳۳ھ) اور صدر اول کے دیگر فقہائے احناف کی اصول فقہ کی کوئی کتاب محفوظ نہیں رہ سکی، اگرچہ ان کے تراجم اور فہارس الکتب میں ان حضرات کی اصولی کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس مکتب کی محفوظ شدہ اصولی کتب میں اولین کتب، چوتھی صدی ہجری کے علمائے حنفیہ، ابوالحسن الکرخی (۳۴۰ھ) اور امام جصاص الرازی (۳۷۰ھ) کی کتب ہیں، اگرچہ ان حضرات کے بعد عصر حاضر تک فقہ حنفی کے اصولی ذخیرے میں اضافہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

فقہائے حنفیہ نے امام ابوحنیفہ وصاحبین سے منقول فروعات کو سامنے رکھ کر ان حضرات کے پیش نظر اصول وقواعد کا استخراج کیا۔ اس طرز کے فوائد اور اس کی اہمیت اگرچہ اصول فقہ میں مسلم ہے اور فقہائے حنفیہ کے اس اسلوب نے اصول فقہ کو نئی جہات اور نئے فنون سے مالا مال کیا۔ لیکن اس کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فروعات سے اصول کی تخریج اور خود مکتب حنفی کے بانیوں کی اصولی تصریحات اور اصولی مباحث میں قطعیت، اہمیت، تعبیر اور طرز واسلوب کے اعتبار سے بہت فرق ہے۔ کسی کے کلام سے مستنبط کردہ اور متکلم کی صراحت میں فرق ایک بدیہی بات ہے۔

عصر حاضر میں فقہ اسلامی پر جن نئی جہات سے کام کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، ان میں خاص طور پر فقہ حنفی کے حوالے سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ فقہ حنفی کی امہات الکتب، کتب ظاہر الروایہ اور امام محمد کی دیگر کتب کے ساتھ امام ابو یوسف کی کتب میں بکھرے اصولی مباحث کو اکٹھا کیا جائے، تاکہ فقہ حنفی کے بانیوں کا نظریہ استنباط واجتہاد خود ان کی تصریحات کی روشنی میں سامنے آئے، چنانچہ اسی ضرورت کے پیش نظر ۲۰۱۲ میں دار ابن حزم سے امام محمد کی کتاب الاصل جدید تحقیق کے ساتھ چھپی تو کتاب کے محقق الدکتور محمد بوینوکالن نے اس کے مقدمے میں کتاب الاصل کے اصولی مباحث کا ایک مبسوط جائزہ لیا۔

اس مضمون میں امام محمد کی ایک مہتم بالشان کتاب "الحجۃ علی اہل المدینۃ" کے اصولی مباحث کا ایک طائرانہ جائزہ اس مقصد کے پیش نظر لیا جائے گا کہ کوئی محقق اس کی روشنی میں کتاب کے اصولی مباحث کو دقت وبسط کے ساتھ جمع

کرے تو یقیناً فقہ حنفی کی ایک تاریخی خدمت ہوگی۔

کتاب الحجۃ کا تعارف

کتاب الحجۃ کا شمار امام محمد کی نوادر الروایہ کتب میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ امام محمد نے حصول علم کی غرض سے مدینہ منورہ کا سفر کیا، اور امام دار الہجرۃ امام مالک رحمہ اللہ سے تقریباً تین سال تک حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں امام مالک سے حاصل کردہ روایات کو موطا امام محمد میں جمع کیا اور دوران تعلیم فقہی مناقشوں کو کتاب الحجۃ میں جمع کیا۔ اس کتاب میں مصنف کا طرز یہ ہے کہ عنوان باندھنے کے بعد پہلے امام ابوحنیفہ کا مسلک ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد وقال اهل المدينة کہہ کر امام مالک اور مدینہ کے دیگر فقہاء کی رائے سامنے لاتے ہیں اور اس کے بعد وقال محمد سے اہل مدینہ کے مسلک پر مناقشہ ذکر کر کے امام ابوحنیفہ کے قول کو احادیث وآثار سے مبرہن کرتے ہیں۔ چونکہ کتاب بنیادی طور پر فقہی مناقشوں پر مشتمل ہے، اس لیے امام محمد کی شان اجتہاد، وسعت علم، احادیث وآثار پر نظر اور اپنے مسلک کی نقلی وعقلی تائیدات کا انمول خزانہ ہے۔ اس کتاب کے راوی امام محمد کے معروف شاگرد امام عیسیٰ بن ابان ہیں۔ اب ہم اس کتاب میں ذکر کردہ اصولی مباحث وقواعد اصولیہ بغیر کسی خاص ترتیب کے ذکر کرتے ہیں۔

غیر منصوص مسائل کے بارے میں ضابطہ

امام محمد نے کئی مقامات پر اس بنیادی اصول کی تصریح کی ہے کہ غیر منصوص مسائل کا حل منصوص مسائل پر قیاس ہے، چنانچہ بیع قبل القبض کے بارے میں فرماتے ہیں:

علی الناس ان يقيسوا ما لم يات فيه اثر بما جاء من الاثار

''لوگوں کے ذمے ہے کہ غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کریں۔''

ایک دوسری جگہ سے اس ضابطے کی مزید وضاحت معلوم ہوتی ہے کہ قیاس صرف ان منصوص مسائل پر کیا جائے گا جن کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہو، یعنی علت مشترکہ کی بنیاد پر قیاس ہوگا۔ چنانچہ مسح الراس والے مسئلے میں لکھتے ہیں:

انما ينبغی ان يقاس ما لم يات فيه اثر بما يشبهه مما جاء فيه الاثر

''مناسب یہ ہے کہ جن مسائل میں روایات نہیں ہیں، انہیں ان کے مشابہ منصوص مسائل پر قیاس کیا جائے۔''

نصوص کی موجودگی میں قیاس مردود ہے

امام محمد نے اس کی بھی کئی مقامات پر تصریح کی ہے کہ نصوص کے ہوتے ہوئے قیاس مردود اور ناقابل قبول ہے۔

قعدہ استراحت کے مسئلے میں فرماتے ہیں:

السنة و الآثار فی هذا معروفة مشهورة لا يحتاج معها الی نظر و قياس

''روایات اس مسئلے میں مشہور ومعروف ہیں، ان کے ہوتے ہوئے قیاس کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے علاوہ درجہ ذیل مقامات پر بھی اسی ضابطے کو بیان کیا ہے۔

نصوص قیاس پر مقدم ہیں

امام محمد نے قیاس کے حوالے سے ایک اہم ترین اصول یہ بیان کیا ہے کہ نصوص قیاس پر مقدم ہیں، لہٰذا اگر کسی مسئلے